ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

منیر نیازی کی نظم نگاری: حیرت کا ایک جہاں

Munir Niazi's Poetry: A World of Wonder

ڈاکٹر عبدالستار ظہوری

خزانہ دار، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور، بہاول پور

Dr. Abdul Sattar Zahoory
Treasurer, The Islamia University of Bhawalpur, Bhawalpur

Abstract:
Muneer Niazi is a completely unique and distinct poet of modern Urdu poetry. He stands out both in his sensitivity and in his expression. There is no doubt that Muneer Niazi's name will always be remembered among the major poets of Urdu literature after 1970. Niazi perceived human society, human beings, and the universe in such a way that he presented a new realm of wonder through his poetry. This article attempts to explore how Muneer Niazi successfully crafted a unique statement of wonder during his era. His position is substantiated through references to his critics.

Keywords: Muneer Niazi, completely, unique, Urdu poetry, Urdu literature, statement

حیرت شاعری کا ایک اہم عنصر ہے۔ بڑی شاعری میں "حیرت" کا پورا ایک جہاں آباد ہوتا ہے۔ منیر نیازی کی شاعری بھی اس وصف سے مالا مال ہے۔ اُن کی شاعری میں دیکھی اور اَن دیکھی دنیاؤں کے اسرار پوشیدہ ہیں جو حیرت کے ساتھ ساتھ تجسّس کو بھی اُبھارتے ہیں اور پُر اسراریت کا ایک ہالہ اپنے گرد قائم کرتے ہیں۔ منیر نیازی اِس عہد کا ایسا بڑا شاعر ہے جس کی کئی شعری جہات ابھی پردے میں ہیں۔ منیر نیازی کی شاعری ابھی تک ایک ایسے نقاد کے انتظار میں ہے جو اُس کی دنیا کو ہم پر صحیح معنوں میں روشن کر سکے۔ انتظار حسین سے ایک ملاقات کے دوران بات کرتے ہوئے منیر نیازی نے اپنا تصورِ انسان بیان کیا، وہ لکھتے ہیں:

> "میں چنگیز خان کی طرح کا آدمی نہیں چاہتا۔ ایسے خدا پرست لوگ دیکھنا چاہتا ہوں جن کے یہاں احساسِ جمال اتنا ہو کہ خبیث قوتیں اُس کے رعب میں آجائیں۔۔۔ میں بھی اپنی شاعری سے ایسے ہی آدمی تیار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"(۱)

بنیادی طور پر منیر نیازی اعلیٰ انسانی اقدار کے خواہاں ہیں۔ وہ مصنوعی تہذیبی اقدار کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ایسے افراد جو باطنی سطح پر مسفّا اور پاکیزہ ہوں، جن میں دِکھاوے کی تہذیب نہیں بلکہ دل کی رغبت ہو۔ ایک نظم "شہر کا حصہ ہے اِک" کا یہ ٹکڑا دیکھیے:

شہر کا حصہ ہے، لیکن شہر سے کچھ کچھ الگ
اِس علاقے کے مکاں ، اِک دوسرے سے ہٹ کر ہیں
لوگ کم ملتے ہیں اِس کے، دوسروں ، اِک دوسرے سے عادتاً
پر ملیں گے جب یہ آپس میں ، ملیں گے شوق سے،

دل بہت لگتا ہے ایسے شہریوں کے درمیاں
میں بھی رہنا چاہتا ہوں ان گھروں کے درمیاں(۲)

منیر کا المیہ یہی رہا کہ وہ پسند کرتے تھے ایسے خالص لوگوں میں رہنا مگر رہنا پڑا نا خالص لوگوں میں حتیٰ کہ زندگی دشمنوں کے درمیان بھی بسر کرنی پڑی۔ ایسے میں اُن کے احساسات کیا ہوتے ہیں، اس کا اظہار وہ اپنی مشہور نظم ''دشمنوں کے درمیان شام'' میں انتہائی خوب صورت پیرائے میں کرتے ہیں۔ دیکھیے

پھیلتی ہے شام دیکھو ڈوبتا ہے دن عجب
آسماں پر رنگ دیکھو ہو گیا کیسا غضب
کھیت ہےں اور اُن میں اک روپوش سے دشمن کا شک
سرسراہٹ سانپ کی گندم کی وحشی گر مہک
اک طرف دیوار و در اور جلتی بجھتی بتّیاں
اک طرف سر پر کھڑا یہ موت جیسا آسماں(۳)

معروف نقاد ڈاکٹر سہیل احمد خان کی منیر نیازی سے بہت قربت تھی۔ وہ منیر کی شاعری اور شخصیت دونوں کے رازداں تھے۔ منیر نیازی کی ایسی ہی شاعری کے لیے ڈاکٹر سہیل احمد خان ایسے الفاظ میں اُن کی شاعری کی حقیقت تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کے خیال میں:

"منیر نیازی کے نزدیک شاعری پورے عہد کے طرزِ احساس اور رویوں کا عطر ہے۔ منیر اپنے عہد کے رویوں اور نظریات کی منظوم تشریحیں نہیں کرتا، وہ تو بے معنی تفصیل کا بھی قائل نہیں، وہ چند سطور اور چند تصویروں میں اپنے عہد کے انسانوں اور اُن کے رویوں کی اصل بنیاد کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔"(۴)

منیر نیازی کی شاعری کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعدہ میں سہیل احمد خان کی مندرجہ بالا رائے سے متفق ہونا پڑتا ہے۔ کم سے کم الفاظ اور مصرعوں میں بات کرنے کا ہنر کوئی منیر نیازی سے سیکھے۔ اور اِس میں شک نہیں کہ وہ اپنی حیرانیوں اور پُراسراریت کو اپنے اِس اندازِ نگارش سے اُجاگر کرنے میں زیادہ کامیاب ٹھہرتے ہیں۔ اُن کی شاعری اصل میں حیرتوں کا بیان ہے جو ہ میں حیرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ حسن عباس رضا، جن کی منیر نیازی کی شاعری پر گہری نظر ہے، کس قدر درست لکھتے ہیں:

"منیر نیازی نے اپنی منفرد شاعری سے تقریباً تین نسلوں کو متاثر کیا۔ اُن کی شاعری میں حیرانیاں اور پُراسراریت تقریباً ہر مصرعہ اور ہر سطر میں جھلکتی ہے اور نقش چھوڑتی دکھائی دیتی ہے۔ منیر نیازی کی شاعری کی فضا ایسی ہے جو اُن کی طبعی اُفتاد سے اُبھرتی اور پڑھنے والوں کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔"(۵)

منیر نیازی باقاعدہ طور پر تو وجودی تحریک یا نظریات سے وابستہ نہیں تھے لیکن اِس کے اثرات اُن کی شاعری پر خوب پڑے ہیں۔ یوں بھی منیر کی ذاتی زندگی محرومیوں اور کسی حد تک عدم تحفظ کا شکار رہی۔ اُنھیں ہجرت کا غم بھی اُٹھانا پڑا جس نے اُن کے ذہن میں کچھ بنیادی قسم کے وجودی سوالات پیدا کر دیے۔ اُنھوں نے تنہائی کا آزار بھی سہا اور اِسی آزار کا نتیجہ ہے کہ اپنی ذات اور وجود سے اُن کا تخلیقی رشتہ کافی مضبوط رہا۔ اُن کی نظر میں اُن کا ہونا بہت اہم ہے۔ ایک نظم "وجود کی اہمیت" اِس ذیل میں بڑی اہم ہے۔ دیکھیے

تُو ہے تو پھر میں بھی ہوں
میں ہوں تو یہ سب کچھ ہے
دُکھ کی آگ بھی، موت کا غم بھی
دل کا درد اور آنکھ کا نم بھی
میں جو نہ ہوتا
میری طرح پھر کون
جہاں کے
اتنے غموں کا بوجھ اُٹھاتا(۶)

یہ اپنی ذات پر وہ بھروسا ہے جو وجودی فلسفے کی حدوں کو پاٹتا نظر آتا ہے، یہ الگ بات کہ اِس میں دُکھ اور اُداسی کا رنگ تیکھا اور گہرا ہے۔ اِس ضمن میں ڈاکٹر شاہین مفتی کا یہ کہنا بجا ہے:

"منیر نیازی کا واحد متکلم اپنے ذاتی اور کائناتی تجربات کی روشنی میں اثبات ذات اور انحراف ذات کی گتھی سلجھانے کے باوجود اس اداسی سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا جو اعتراف ذات اور انکشاف ذات کی سچی دلیل ہے اور جس سے شاعرانہ اضطراب کے چشمے پھوٹتے ہیں۔"(۷)

زندگی اصل میں "ہونے" کے غم اور "نہ ہونے" کے اندیشے میں اسیر ہے۔ یہ احساس جان لیوا بھی ہے مگر اہم بات یہ ہے کہ زندگی کا فہم بھی یہی احساس فراہم کرتا ہے۔ منیر نیازی کی چار مصرعوں پر مبنی نظم "ہونے کا غم کس کو نہیں" دیکھیے

ہونے کا غم اُسے بھی ہے
اور مُجھ کو بھی
کبھی نہ ہونے کا اندیشہ
اُسے بھی ہے اور مُجھ کو بھی(۸)

ایسا وجودی احساس منیر نیازی کی شاعری کو زندگی اور کائنات کی وسعتوں سے ہم کنار کرتا ہے لیکن کمال یہ ہے کہ وہ اِس احساس کی کہانی ایک داستان گو کی طرح سناتے ہیں۔ یہ ہنر اُن کی شاعری میں ایک طرف جاذبیت کا رنگ بھرتا ہے تو دوسری طرف حیرانیوں کو جنم دیتا ہے۔ اِس ضمن میں شمیم حنفی اُن کی شاعری کو اِنتہائی مختصر الفاظ میں کمال خوبی سے سراہتے ہیں، وہ لکھتے ہیں

"کائنات کی وحدت اور زندگی کی وحدت کا جیسا شعور منیر نیازی کی نظموں، غزلوں، گیتوں میں جاگزیں ہے، اس عہد کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ شاید مل بھی نہیں سکتا۔ کیوں کہ۔۔۔ منیر نیازی اصلاً ایک داستان گو ہے، جو شاعر کا روپ

بھر کر سامنے آتا ہے اور طلسمات کی ایسی وادیوں آبادیوں سے گزرتا ہے کہ داستان گو
بھی حیران رہ جائیں۔"(۹)

ہجرت کا کرب منیر نیازی کی شاعری کا مسلسل اظہار ہے۔ انتظار حسین اور منیر نیازی کا یہ کرب اور دُکھ مشترک تھا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو اپنے اپنے وطن اور بستی کے موسموں، پرندوں اور پھلوں کے بارے میں بتاتے اور ایک سی ہی باتیں کئی کئی بار دہراتے لیکن بقول انتظار حسین

منیر نے ہمیشہ اسی طرح سنایا اور سُنا جیسے وہ یہ داستان پہلی مرتبہ سُنا رہا ہے اور پہلی
مرتبہ سُن رہا ہے۔ ایک ملال کے ساتھ سُناتا ہے اور ایک حیرت کے ساتھ سُنتا
ہے۔ ہم اپنی گم شدہ جنت اپنے دھیان میں بسائے پھرتے ہیں۔(۱۰)

منیر نیازی کا تعلق خان پور سے تھا جو ہوشیار پور کی ایک بستی ہے۔ منیر نیازی نے باقاعدہ خان پور کو مخاطب کر کے ایک نظم "جن گھروں سے ہم نے ہجرت کی" کے عنوان سے لکھی جس میں یاد کا کرب اور سوز نمایاں ہے۔ دیکھیے

خانپور!-------اے خانپور!
تیری گلیوں میں تھیں کیسی پیاری پیاری صورتیں
مسجدوں کے سبز در اور مندروں کی مورتیں
خانپور!-------اے خانپور!
تیرے چُپ دیوان خانوں میں بڑوں کے قہقہے
شادیوں کی محفلوں میں چشم ولب کے جمگھٹے
خانپور!------اے خانپور!
اپنے ہونے کی تسلّی، تیرے ہونے کا خیال
مٹ رہے ہیں رفتہ رفتہ یہ کشش انگیز جال
خانپور!------اے خانپور!(11)

شاعری میں استعارہ اور علامت کا استعمال بڑے شاعروں کی بنیادی شعری خوبی مانی جاتی ہے۔ ہر شاعر کے فکری اور فنی نظام کی بنت کاری میں استعارہ اور علامت اہم وسیلوں کی حیثیت رکھتی ہے۔ منیر نیازی کے ہاں بھی استعارے اور علامتیں اپنی پوری شدت سے آتی ہیں اور شعری اظہار کے ساتھ ساتھ شعری کیفیت کا سبب بھی بنتی ہیں۔ اُن کے اہم استعاروں چاند، بادل، رات، بارش اور خزاں وغیرہ کو اُن کی نظم کے مرکزی استعارے کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہوا، شہر، جنگل کے ساتھ ساتھ بھوت اور چڑیل کی علامتیں اُن کے ہاں بنیادی نوعیت کی ہیں۔ یہاں ان سب استعاروں اور علامتوں سے معاملہ کرنا تو ممکن نہیں اس لیے ہم ایک استعارہ 'رات' اور ایک علامت 'ہوا' کی منیر نیازی کی نظم میں کارفرمائی اور تخلیقی استعمال کا جائزہ لیتے ہیں۔ یوں بھی 'رات' کا استعارہ اور 'ہوا' کی علامت حیرانی کے عنصر کو بڑھاتی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ منیر نیازی کے شعری حیرت کدے میں اُن کے اس استعارے اور علامت کا بے حد عمل دخل ہے۔ شاعری میں رات بالعموم تخریب اور منفی معنوں میں استعمال ہوتی ہے، لیکن منیر کے ہاں بقول ڈاکٹر سمیرا اعجاز:

"یہ استعارہ رومان، تنہائی، خوف، پراسراریت، آسیبیت اور بے چارگی کی کیفیات کی ترجمانی کرتا ہے۔ ان کی بہت سی نظموں کے عنوان اس پر مبنی ہیں: 'شبِ ویراں'، 'رات کی اذیت'، 'میں، وہ اور رات'، 'ایک رات کی بات'، 'ایک آسیبی رات'، 'طوفانی رات میں انتظار'، 'خالی مکان میں ایک رات'، 'سندر بن میں ایک رات'، 'ساحلی شہر میں ایک رات'، 'بدلتے موسم کی رات'، 'ایک بھاری رات' اور ایک پکی رات' وغیرہ۔(۱۲)

کہیں رات رومان کا استعارہ بنتی ہے، کہیں خواہشوں اور تمناؤں کی تکمیل کا استعارہ اور کہیں خوف، دُکھ، پراسراریت اور بے چارگی کا استعارہ بنتی ہے۔ غرض یہ کہ منیر نیازی کی نظم کے ذریعے منفی اور مثبت خصوصیات بہ یک وقت اس استعارے میں راہ پاتی ہیں ۔علامتوں میں 'ہوا' کی علامت کا استعمال بڑا بامعنی اور اہم ہے۔ ہوا کا انسانی زندگی اور اُس کے قدیمی عقائد میں بڑا کردار رہا ہے۔ قدیم انسان ہوا کی پوجا بھی کرتا رہا ہے اور اس سے ڈرتا بھی رہا ہے۔ منیر نیازی کے ہاں ہوا کی علامت بھی بہ یک وقت خیر اور شر کی علامت کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ وہ ہوا کو اُس کے تحرک کی وجہ سے بہت اہم سمجھتے ہیں۔ "نظم 'چلتی ہوا' میں وہ چلتی ہوا سے مخاطب ہو کر اُن تمام خواہشات کا اعادہ کرتے ہیں جو اُن کے دل میں اُمڈتی ہیں۔ چلتی ہوا کی خوبی یہ ہے کہ وہ حرکت میں رہتی ہے اور نظر بھی نہیں آتی۔"(13) منیر نیازی کے ہاں ہوا کہیں ایک جادوئی یا طلسمی ہالہ بناتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ایسے میں یہ ہوا ایک جادوئی قوت کے طور پر سب کو زیر کرتی نظر آتی ہے، کہیں یہ ہوا راہ چلتی صداؤں کو ایک طرف سے دوسری طرف لے جاتی ہوئی ملتی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ "یادِ رفتگاں کو حال کی گرفت میں لانے والا مظہر بھی سوائے ہوا کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔"(14) اسی لیے ڈاکٹر انور سدید، منیر نیازی کی نظم میں ہوا کی علامت کے حوالے سے لکھتے ہیں

"منیر نیازی کے ہاں ہوا اسرار، خوف اور موت کی علامت ہے۔ یہ کریہہ صورت وارد ہوتی ہے تو گلیوں پر سناٹا چھا جاتا ہے اور پھر واپس جاتی ہے تو شہروں کی رونقیں بھی بہا کر لے جاتی ہے۔"(۱۵)

نظم 'حقیقت' میں ہوا زندگی کی سب سے بڑی حقیقت بن کر ظاہر ہوتی ہے اور بقا کی علامت بن جاتی ہے۔ ہوا کے علاوہ سب کچھ، موسم، عشقیہ داستانیں اور انسانی وجود، سب فنا پذیر ہے اگر کچھ باقی رہنے والا ہے تو وہ ہوا ہے۔ نظم 'ایک آسیبی رات' میں ہوا ایک راہبر کے رُوپ میں سامنے آتی ہے اور یہاں ہوا خوف کی فضا بنانے کے لیے بھی استعمال ہوئی ہے۔ نظم 'صدا بصحرا' میں ہوا تباہی اور ناسٹلجیا کی علامت بن کر اُبھرتی ہے اور نظم 'اُداس کرنے والی آواز' میں ہوا اداس کرنے والی آواز کے روپ میں آتی ہے، لیکن نظم ''ایک منزل پر ایک دعا' میں ہوا خیر کی علامت ہے جسے شاعر دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے مدد کو پکارتا ہے جب کہ نظم 'سفر کے طلسمات' میں ہوا ایک ایسی جادوئی قوت کے روپ میں سامنے آتی ہے جو راستہ بھی روکتی ہے اور جادوئی طاقت کی بھی حامل ہے۔

ایک بڑا خاکستری میدان تھا پھیلا ہوا
دُور تک کچھ بھی نہ تھا ویراں درختوں کے سوا
یا پرانا سا کھنڈر تھا اک پیپلوں کے باغ کا
رات سر پر آ گئی اور میں ابھی رستے میں تھا
پھر ہوا چلنے لگی اور میں ابھی رستے میں تھا(۱۶)

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ منیر نیازی کے ہاں استعارے ہوں یا علامتیں، اپنے تمام تر امکانات کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں اور شعری تخلیق کا لازمہ بن کر اُبھرتی ہیں۔ خاص طور پر منیر نیازی کی نظم کے اندر حیرتوں کے جہاں آباد کرنے میں اُن کی علامتیں نت نئے چولے بدلتی ہیں اور طرح طرح کے معنی اختیار کرتی ہیں اور اپنے پڑھنے والوں کو حیران کرتی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ مختصر نظم نگاری میں منیر نیازی کو کمال حاصل ہے۔ اُن کی نظموں میں ۱۰ میں طویل نظم میں نہیں ملتیں۔ بیش تر نظم میں پانچ چھ سے آٹھ دس مصرعوں پر مبنی ہیں اور کچھ نظم میں تو یک سطری یعنی ایک مصرعہ پر مشتمل ہیں۔ مثلاً ''بین کرتی عورتیں''، ''غلط وارث''، ''بوندا باندی میں سوچنا''، ''پچھتاوے کے آنسو''، ''ہونے کا غم کس کو نہیں''، ''رستے میں اک شہر''، ''شہر کے مکان''، ''وقت سے آگے گزر جانے کی سزا''، ''دُور کا مسافر''، ''اِس جگہ سے اُس جگہ'' اور ایسی کئی اور بھی۔ ایسی نظموں کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر نے حد درجہ کمال بات کہی ہے، لکھتے ہیں۔

> "منیر نیازی کی مختصر ترین نظموں کا یہ عالم ہے گویا بقول آزاد 'تلواروں کی آب داری نشتر میں بھر دی گئی ہے۔"(۱۷)

منیر نیازی کے شعروں میں جہاں ایک طرف تفکر، تجسس اور حیرت کا باب کھُلتا نظر آتا ہے وہیں دوسری طرف کومل لیکن منفرد لہجہ اور اسلوب بھی دکھائی دیتا ہے۔ لہجے کی تازگی متاثر کرتی ہے جو منیر نیازی کی منفرد شناخت کو استحکام دینے میں حد درجہ معاون ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انتظار حسین، ملاقاتیں، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص:۱۰

۲۔ منیر نیازی، ایک مسلسل، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۲۲

۳۔ منیر نیازی، دشمنوں کے درمیان شام، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۳۳

۴۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر، طرفیں، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص:۸۵

۵۔ حسن عباس رضا، منیر نیازی اور اُن کی منفرد شاعری، مشمولہ سہ ماہی ''ادبیات''، اسلام آباد، شمارہ نمبر 38 تا 48، اپریل تا ستمبر 2009ء، ص:۱۳۶

۶۔ منیر نیازی، جنگل میں دھنک، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۴۸

۷۔ شاہین مفتی، ڈاکٹر، جدید اُردو نظم میں وجودیت، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص:۲۰۳

۸۔ منیر نیازی، دشمنوں کے درمیان شام، ص:۴۴

۹۔ شمیم حنفی، ایک آفت زدہ بستی کی دیومالا، مشمولہ، ادبیات، اسلام آباد، شمارہ نمبر ۳۸ تا ۴۸، اپریل تا ستمبر ۲۰۰۹ء، ص:۳۵ تا ۴۵

۱۰۔ انتظار حسین، ہجرت کا ثمر، مشمولہ، ماہِ منیر، از منیر نیازی، لاہور، مکتبہ منیر، ۱۹۷۴ء، ص:۴۹

۱۱۔ منیر نیازی، ماہِ منیر، ص:۲۳

۱۲۔ سمیرا اعجاز، ڈاکٹر، منیر نیازی: شخص اور شاعر، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۱۴ء، ص:۲۴۸

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۵۰

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو نظم کی ایک علامت ہوا، مشمولہ، علامت نگاری، مرتبہ: اشتیاق احمد، لاہور، بیت الحکمت، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۸۹

۱۶۔ منیر نیازی، اک اور دریا کا سامنا، اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص: ۳۶۰

۱۷۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۱ء، ص: ۳۴۳

References in Roman Script:

1. Intzar Hussain, Mulakaten, Lahore, Sang-e-Meel, 2013, P:101
2. Munir Niazi, Aik Musalsal, Islamabad, Dost Publisher, 2008, P:22
3. Munir Niazi, Dushmanon k Darmiyan Sham, Islamabad, Dost Publisher, 2008, P:33
4. Sohail Ahmed Khan, Dr. Tarfain, Lahore, Sang-e-Meel, 1988, P:82
5. Hassan Abbas Raza, Munir Niazi aur un ki monfarad Shaery , mashmola, Adabiyat , Islamabad, vol:38 to 48 , 2009, P:136
6. Munir Niazi, Jangal main Dhanak, Islamabad, Dost Publisher, 2008, P:48
7. Shaheen Mufti, Dr. Jadeed Urdu Nazam Main Wajodiat, Lahore, Sang-e-Meel, 2001, P:203
8. Munir Niazi, Dushmanon k Darmiyan Sham, P:44
9. Shamim Hanfi, Aik uftada basti ki devmala, mashmola, Adabiyat, Islamabad, vol:38 to 48, 2009, P:48
10. Intzar Hussain, ‘Hijrat ka samar’, mashmola, Mah-e-Munir, by, Munir Niazi, Lahore, Maktba Munir, 1974, P:49
11. Munir Niazi, Mah-e-Munir, P:23
12. Sumera Ijaz, Dr. Munir Niazi Shakas ore Shaer, Faisalabad, Misal Publisher, 2014, P:248
13. Ibid, P:250
14. Ibid
15. Anwar Sadeed Dr. Urdu Nazam ki aik Alamat Hawa, mashmola, Alamat Nigari, Ishtiaq Ahmad (Muratab), Lahore, Bait ul Hakmat, 2005, P:289
16. Munir Niazi, Aik ore Darya Ka Samana, Islamabad, Dost Publisher, 2008, P:289
17. Saleem Akhtar Dr. Urdu Adab Ki Mukhtasar Tareen Tarekh, Lahore, Sang-e-Meel, 1971,P:343